

# زکاۃ

## متعلق اہم فتاویٰ سے

三

سماحة اشيخ عبدالعزيز بن عبد الله بن باز رحمه الله

二〇〇

## محمد بن شايع بن عبد العزیز الشايع

اردو

ابوالمكرّم عبد الجليل

اردو



## المكتبة العامة للدعاية والإسلام ورئاسة مجلس سلطنة عمان

Journal of the Royal Statistical Society, Series B (Statistical Methodology), 2013, 79, 1, 1–26. © 2013 Royal Statistical Society

# زکاۃ

## سے متعلق اہم فتاوے

تألیف

سماحتہ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازر حمدہ اللہ

جمع و ترتیب

محمد بن شاائع بن عبدالعزیز الشاائع

اردو ترجمہ

ابوالمکرّم عبدالجلیل

طباعت و اشاعت

دفتر تعاون برائے دعوت و ارشاد سلطانہ

فون ٢٢٢٠٧٧٢ پوسٹ بکس ٥٧٦٢٩٦٣ ریاض ١١٦٦٣

سویڈی روڈ - مملکت سعودی عرب

# حقوق الطبع محفوظة

الطبعة الأولى

٢٠٠٢ - ١٤٢٣ م

© المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد بسلطنة ، ١٤٢٢ هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

ابن باز ، عبدالعزيز بن عبدالله

فتاوی مهمة تتعلق بالزکاة / ترجمة أبو المکرم عبدالجلیل . - الریاض .

٤٦ ص : ١٢ × ١٧ سم

ردمک : ٩٩٦٠ - ٨٧١ - ١٥ - ٠

(النص باللغة الأوردية)

١ - الزکاة      ٢ - الفتاوى الشرعية

أ - عبدالجلیل ، أبو المکرم (مترجم)      ب - العنوان

٢٢/٥١٠٩

٢٥٢٤ دیوی

رقم الایداع ٢٢/٥١٠٩

ردمک : ٩٩٦٠ - ٨٧١ - ١٥ - ٠

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## عرض مترجم

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، نبينا محمد، وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد :

زیر نظر رسالہ سماحتہ الشیخ عبدالعزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ کی گرفانقدرتالیف (تحفة الاخوان بآجوبۃ مهمۃ تتعلق بآرکان الإسلام) کے اردو نسخہ موسومہ (ارکان اسلام سے متعلق اہم فتاویے) کا ایک حصہ ہے، اب سے چند سال پیشتر دفتر دعوت و ارشاد سلطانہ کی طلب پر راقم الحروف نے برادر مکرم شیخ عقیق الرحمن اثری کے تعاون سے (تحفة الاخوان) کا اردو زبان میں ترجمہ کیا تھا جو ۱۳۱۹ھ میں دفتر مذکور کی طرف سے بڑی تعداد میں شائع بھی ہو چکا ہے، اس کتاب کے پہلے دو باب، جو عقیدہ اور نماز سے متعلق ہیں، ان کا ترجمہ اثری صاحب کا ہے، اور زکاۃ، روزہ اور حج سے متعلق آخری تین ابواب کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا تھا۔

عقیدہ، نماز، روزہ اور حج و عمرہ کی بہ نسبت زکاۃ کے سلسلہ میں اردو زبان میں کتب و رسائل کی کمی محسوس کرتے ہوئے دفتر دعوت و ارشاد سلطانہ نے مناسب سمجھا کہ سماحتہ اشیخ ابن باز رحمہ اللہ کی مذکورہ کتاب سے (زکاۃ سے متعلق اہم فتاوے) کو مستقل کتاب کی شکل میں شائع کر دیا جائے تاکہ اردو وال طبقہ ان سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اصل کتاب کی طرح اس ترجمہ کو بھی مقبولیت حاصل ہو، اور یہ رسالہ عوام و خواص ہر ایک کے لئے مفید ثابت ہو۔

وصلی اللہ و سلم علی عبدہ و رسولہ نبینا محمد، و علی  
آلہ و صحبہ اجمعین۔

الریاض:

۲۷ رمضان ۱۴۲۲ھ

زکاۃ  
سے متعلق اہم فتاوے



سوال ۱:

تارک زکاۃ کا کیا حکم ہے؟ اور کیا زکاۃ کا منکر ہو کر زکاۃ نہ دینے، اور بھل و کنجوی کی وجہ سے زکاۃ دینے، اور غفلت والا پرواہی کی وجہ سے زکاۃ نہ دینے کی صورتوں میں فرق ہے؟

جواب:

بِسْمِ اللَّهِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ،  
وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ، وَبَعْدُ :

تارک زکاۃ کے حکم کے بارے میں قدرے تفصیل ہے جو یہ ہے:  
تارک زکاۃ اگر زکاۃ کے وجوب کا منکر ہے اور اس پر زکاۃ واجب ہونے کی شرطیں پائی جا رہی ہیں تو وہ متفقہ طور پر کافر ہے، اگر وہ زکاۃ کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے زکاۃ دیدے تو بھی اس کا یہی حکم ہے، اور اگر کوئی شخص بھل و کنجوی یا غفلت والا پرواہی کی وجہ سے زکاۃ نہیں ادا کرتا تو وہ فاسق اور ایک عظیم کبیرہ گناہ کا مرتكب شمار ہو گا، اور اسی حال میں اگر اس کی موت آگئی تو اللہ کی مشیخت کے تحت ہو گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشَرِّكَ بِهِ، وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنِ يَشَاءُ﴾

النساء: ٣٨ -

پیشک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کئے جانے کو کبھی معاف نہیں کرے گا، البتہ اس کے علاوہ گناہ جس کے لئے چاہے معاف کر دیتا ہے۔

قرآن کریم نیز سنت مطہرہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قیامت کے دن تارک زکاۃ کو اسی مال کے ذریعہ عذاب دیا جائے گا جس کی اس نے زکاۃ نہیں دی تھی، پھر اسے جنت یا جہنم کا راستہ دکھا دیا جائے گا۔ یہ وعدہ اس شخص کے لئے ہے جو زکاۃ کے وجوہ کا مکر نہ ہو، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الْذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ٣٤﴾  
عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكَوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجَنُوْبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لَا نَفْسٍ كُوْفَدُوْقَوْا مَا كُنْتُمْ

جو لوگ سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیدو، جس دن ان کا جمع کردہ مال جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اسی سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیشوؤں کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ وہی مال ہے جسے تم اپنے لئے جمع کرتے تھے تو اپنے جمع کئے ہوئے کامزہ چکھو۔

سونے اور چاندی کی زکاۃ دینے والے کے حق میں قرآن کریم کا جو فیصلہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہیں، نیز اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جس کے پاس چوپائے، اونٹ گائے اور بکریاں ہوں اور وہ ان کی زکاۃ نہ دے تو اسے قیامت کے دن انہی چوپاپیوں کے ذریعہ عذاب دیا جائے گا۔

سامان تجارت اور کاغذ کی کرنیوں کی زکاۃ نہ دینے والے کا حکم بھی وہی ہے جو سونے اور چاندی کی زکاۃ نہ دینے والے کا ہے، کیونکہ یہی اب سونے اور چاندی کے قائم مقام ہیں۔

رہے وہ لوگ جوز کاۃ کے وجوب ہی کے منکر ہوں تو وہ کافروں کے حکم میں ہیں، قیامت کے دن کفار کے ساتھ ان کا حشر ہو گا اور انہی کے ساتھ وہ جہنم کی طرف ہائے جائیں گے، اور ان کا عذاب بھی دیگر کفار کی طرح دائمی اور ابدی ہو گا، کیونکہ ان کے اور انہی جیسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كَذَلِكَ يُرِيهُمُ اللَّهُ أَعْمَنَاهُمْ حَسَرَتِ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخَرِيجِينَ مِنَ النَّارِ﴾ البقرہ: ۷۶۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال دکھلائے گا جو ان کے لئے افسوس ہی افسوس ہوں گے اور انہیں جہنم سے نکلنا نصیب نہ ہو گا۔ اور فرمایا:

﴿يُرِيدُونَ أَن يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَرِيجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ﴾ المائدہ: ۷۳۔

وہ چاہیں گے کہ جہنم کی آگ سے نکل جائیں، حالانکہ وہ اس میں سے نکلنے نہ پائیں گے، اور ان کے لئے ہیشکی کا عذاب ہے۔ اس بارے میں کتاب و سنت میں بہت زیادہ دلائل موجود ہیں۔

سوال ۲:

ایک شخص کے پاس کئی قسم کے جانور ہیں، لیکن کسی ایک قسم کے جانور  
تہان انصاب زکاۃ کو نہیں پہنچتے، کیا ایسی صورت میں ان جانوروں کی زکاۃ  
نکالی جائے گی؟ اور اگر نکالی جائے تو اس کی کیا کیفیت ہو گی؟

جواب:

جانوروں - اونٹ اور گائے اور بکری - کا انصاب مقرر ہے، ان  
جانوروں میں زکاۃ واجب ہونے کے لئے ان کا مقررہ انصاب تک پہنچنا  
ضروری ہے، ساتھ ہی دیگر شرطوں کا پایا جانا بھی ضروری ہے، ان شرطوں  
میں سے ایک شرط یہ ہے کہ یہ جانور (اونٹ، گائے اور بکری) سائے  
ہوں، یعنی پورے سال یا سال کا پیشتر حصہ باہر چکر پیٹ بھرتے ہوں،  
اونٹ یا گائے یا بکری اگر مقدار انصاب کو نہ پہنچیں تو ان میں زکاۃ واجب  
نہیں، اور نہ ہی ایک قسم کے جانور کو دوسرے قسم کے جانور کے ساتھ ملایا  
جائے گا، مثلاً کسی کے پاس تین پالتو اونٹ، میں پالتو بکریاں اور بیس پالتو  
گائیں ہوں تو کسی قسم کے جانور کو دوسرے کے ساتھ نہیں ملائے گا،  
کیونکہ ان میں سے کوئی بھی قسم انصاب تک نہیں پہنچتی ہے۔

لیکن یہی جانور اگر تجارت کی غرض سے رکھے گئے ہوں تو سب کو ایک ساتھ ملا کر ان کی زکاۃ سونے چاندی کے نصاب کے مطابق ادا کی جائے گی، کیونکہ مذکورہ صورت میں وہ سامان تجارت شمار ہوں گے، جیسا کہ اہل علم نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے، اور غور کرنے والے کے لئے اس باب میں دلائل بھی واضح ہیں۔

سوال ۳:

کیا یہ جائز ہے کہ زکاۃ کی وجہ سے دو یا تین آدمی اپنے اپنے مویشی باہم ملا لیں؟

جواب:

زکاۃ سے بھاگنے کے لئے یا مقدار واجب سے کم دینے کے لئے زکاۃ کے مال کو ایک ساتھ ملا لینا یا الگ کر دینا جائز نہیں، صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”صدقة کے ڈر سے الگ الگ مال کو اکٹھانہ کیا جائے اور یکجا مال کو الگ نہ کیا جائے“ (صحیح بخاری)

لہذا کسی کے پاس اگر چالیس بکریاں ہوں اور زکاۃ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے وہ انہیں الگ الگ کر دے تو زکاۃ اس سے ساقط نہیں ہوگی؛ بلکہ اللہ کے مقرر کردہ فریضہ کو ساقط کرنے کی حیلہ جوئی کرنے کی وجہ سے وہ گنہگار بھی ہو گا۔

اسی طرح زکاۃ کے ڈر سے الگ الگ مال کو اکٹھا کرنا بھی جائز نہیں؛ مثلاً کسی کے پاس بکریاں یا اونٹ یا گائیں ہوں جو نصاب زکاۃ کو پہنچ گئی ہوں، اور وہ انہیں دوسرے کی بکریوں یا اونٹ یا گائیوں کے ساتھ ملا دئے تاکہ ان دونوں کو کم مقدار میں زکاۃ دینی پڑے، یعنی ان دونوں اشخاص کا اپنے اپنے مال کو باہم ملا لینا کسی معقول بندی پر نہیں بلکہ صرف اس وجہ سے ہے کہ زکاۃ کے محصل کے آنے کی صورت میں ان پر کم مقدار میں زکاۃ واجب ہو، تو ایسی صورت میں ان سے واجبی زکاۃ ساقط نہیں ہوگی، بلکہ اس حیلہ کے سبب وہ دو کے دونوں گنہگار ہوں گے اور انہیں پوری زکاۃ نکالنی ہوگی۔

مثلاً ایک شخص کے پاس چالیس بکریاں تھیں اور دوسرے کے پاس سانچھ بکریاں، محصل کے آنے پر دونوں نے اپنی اپنی بکریاں ملا لیں،

تاکہ زکاۃ میں صرف ایک بکری واجب ہو، تو ایسا کرنے سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اور نہ ہی ان سے باقی واجب ساقط ہوگا، کیونکہ یہ حرام حیلہ ہے، بلکہ انہیں زکاۃ میں ایک دوسری بکری نکال کر فقراء کو دینی ہوگی، اور اس بکری کے پانچ حصوں میں سے دو حصے (۲/۵) چالیس بکری والے کے ذمہ- اسی طرح جو بکری انہوں نے محصل کے حوالہ کی ہے وہ بھی اسی حساب سے تقسیم ہوگی۔ ساتھ ہی ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور پھی توہہ اور آئندہ اس طرح کے حیلے بہانے نہ کرنے کا عہد کرنا ہوگا۔

لیکن اگر دو شخص باہمی تعاون کے لئے اپنے اپنے مال مالیں، کسی واجب کے ساقط کرنے یا مقدار واجب کو کم کرنے کا حیلہ بہانہ ان کے پیش نظر نہ ہو، تو ایسا کر لینے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ شرکت کے جو شروط و ضوابط اہل علم کی کتابوں میں مذکور ہیں وہ پورے ہو رہے ہوں، کیونکہ مذکورہ بالاتجھ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

”جو مال دو شریکوں کے درمیان ہو تو وہ آپس میں برابر، برابر اپنے اپنے حصہ کے مطابق زکاۃ ادا کریں گے“

سوال ۳:

ایک شخص کے پاس سوانح ہیں، لیکن سال کا بیشتر حصہ وہ انہیں چارہ دے کر پالتا ہے، کیا ان اونٹوں میں زکاۃ ہے؟

جواب:

جانور اونٹ یا گائے یا بکری اگر پورے سال، یا سال کا بیشتر حصہ خود چکر اپنے پیٹ نہیں بھرتے تو ان میں زکاۃ واجب نہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں میں زکاۃ واجب ہونے کے لئے سائمه (یعنی خود چکر پیٹ بھرنے والا) ہونا شرط قرار دیا ہے، اس لئے اگر مالک نے سال کا بیشتر حصہ یا نصف حصہ جانوروں کو چارہ کھلا کر پالا ہے تو ان میں زکاۃ واجب نہیں، الایہ کہ وہ جانور تجارت کی غرض سے رکھے گئے ہوں، تو ایسی صورت میں ان میں زکاۃ واجب ہوگی اور وہ دیگر سامان تجارت مثلاً خرید و فروخت کے لئے تیار کی گئی زمین اور گاڑی وغیرہ کے حکم میں ہوں گے، اور سونے اور چاندی کے اعتبار سے نصاب کو پہنچ جانے پر ان میں اسی حساب سے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ زکاۃ واجب ہوگی۔

## سوال ۵:

جس فقیر کو زکاۃ دی جانی چاہئے مختلف وقت میں اس کے فقر و غربت کا اندازہ یکساں نہیں ہوتا، آخراں کا معیار کیا ہے؟ اور جب زکاۃ دینے والے پر یہ واضح ہو جائے کہ اس نے زکاۃ غیر مستحق کو دے دی ہے تو کیا وہ دوبارہ زکاۃ نکالے گا؟

## جواب:

فقیر کو اتنی زکاۃ دی جائے جو اس کے لئے سال بھر کے لئے کافی ہو اور زکاۃ دینے والے کو اگر یہ پتہ چل جائے کہ اس نے جسے زکاۃ دی ہے وہ فقیر نہیں ہے تو اس پر قضا نہیں، بشرطیکہ زکاۃ لینے والا ظاہر میں فقیر ہو جیسا کہ اس بارے میں صحیح حدیث وارد ہے، وہ یہ کہ گذشتہ امتوں میں سے ایک شخص نے کسی کو فقیر سمجھ کر زکاۃ دیا، پھر خواب میں دیکھا کہ وہ تو مالدار ہے، چنانچہ اس نے کہا: اے اللہ! تیری ہی تعریف ہے، میری زکاۃ تو ایک مالدار لے گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو بیان فرمانے کے بعد اسے برقرار رکھا اور بتایا کہ اس شخص کی زکاۃ قبول ہو گئی۔

اور یہ مقررہ اصول ہے کہ ہم سے پہلی امت کی شریعت ہمارے لئے بھی شریعت ہے جب تک کہ ہماری شریعت گذشتہ شریعت کے خلاف کوئی حکم نہ پیش کر دے۔

اور اس لئے بھی مذکورہ صورت میں زکاۃ کی قضائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو شخص زکاۃ کے لئے آئے، آپ نے انہیں تو انا و تدرست دیکھا تو فرمایا:

”اگر تم دونوں چاہتے ہی ہو تو میں تمہیں دیوں، لیکن یاد رکھو کہ مالدار کے لئے اور کمانے کی طاقت رکھنے والے تو انا شخص کے لئے زکاۃ کے مال میں کوئی حصہ نہیں“

اور اس لئے بھی کہ ہر پہلو سے فقیر کی ضرورت کا جاننا مشکل کام ہے، لہذا اس کے صرف ظاہری حالات کو دیکھا جائے گا اور اپنے کو فقیر باور کرانے سے اسے زکاۃ دیدی جائے گی، بشرطیکہ زکاۃ دینے والے کو اس کے برخلاف کوئی بات معلوم نہ ہو، اور اگر وہ بظاہر تو انا اور کمانے پر قادر نظر آ رہا ہے تو مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں اسے شرعی مسئلہ بھی بتا دیا جائے گا۔

سوال ۶:

ایک شخص پر دلیں میں ہے اور وہاں اس کے پیسے چوری ہو گئے، کیا ایسے شخص کو زکاۃ دی جا سکتی ہے، جبکہ موجودہ دور میں مالی معاملات (یعنی تربیل زر کے ذرائع) بالکل آسان ہو گئے ہیں؟

جواب:

مذکورہ مسئلہ میں ایسا شخص ابن سبیل (مسافر) شمار ہو گا، اس لئے اگر وہ اپنی ضرورت کا یا سفر خرچ کے گم یا چوری ہو جانے کا دعویٰ کرے تو اسے زکاۃ کے مال سے اتنا دیا جا سکتا ہے جس سے وہ اپنے وطن واپس پہنچ سکے، بھلے ہی وہ اپنے وطن میں مالدار شمار ہوتا ہو۔

سوال ۷:

بوسیا اور ہر زگونیا کے مسلم مجاہدین اور انہی جیسے دیگر مجاہدین کو زکاۃ کا مال دینے میں بعض لوگوں کو تردود ہوتا ہے، اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اور کیا اس وقت ان مجاہدین کو زکاۃ دینا زیادہ بہتر ہے یا دنیا کے مختلف خطوں میں اسلامی مرکز چلانے والوں کو؟ یا خود اپنے ملک

کے فقراء کو دینا زیادہ بہتر ہے بھلے ہی اول الذکر دونوں صنف ان سے زیادہ ضرور تمدن ہوں؟

جواب:

بوسنسیا اور ہر زگونیا کے مسلمان زکاۃ کے مستحق ہیں، کیونکہ وہ فقر و فاقہ سے دوچار ہیں، جہاد کر رہے ہیں، ان پر ظلم ہو رہا ہے اور وہ مالی امداد اور تالیف قلب کے ضرور تمدن ہیں، اس لئے وہ اور انہی جیسے دیگر مسلم مجاہدین زکاۃ کے مستحق ترین لوگوں میں سے ہیں، اسی طرح اسلامی مرکز چلانے والے جو دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تدریس کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اگر غریب ہوں تو وہ بھی زکاۃ کے مستحق ہیں، اور اسی طرح دنیا کے عام مسلم فقراء بھی اس بات کے مستحق ہیں کہ مالدار حضرات ان سے ہمدردی و مہربانی کا بر تاؤ کریں، تاکہ ان کی دل جوئی ہو اور وہ اسلام پر ثابت قدم رہیں، بشرطیکہ انہیں جو کچھ دیا جائے وہ ثقہ اور امانت دار اشخاص کے ذریعہ ان تک پہنچ جائے، یہ لوگ زکاۃ کے علاوہ مال کے ذریعہ بھی ہمدردی و مہربانی کئے جانے کے حقدار ہیں۔

البہتہ شہر کے فقراء جہاں زکاۃ نکالی جا رہی ہے اگر ان کی ضروریات دوسرے ذرائع سے پوری نہ ہو سکے تو دوسروں کی بنسپت وہ زکاۃ کے زیادہ حقدار ہیں، کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن کی جانب روانہ کیا تو فرمایا:

”انہیں اس بات کی دعوت دینا کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیں، پس اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر ایک دن اور رات میں کل پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اگر وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر زکاۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور انہی کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے گی،“ (متفق علیہ)

سوال ۸:

زیر استعمال زیورات، یا استعمال کے لئے یا عاریہ دینے کے لئے تیار کرائے گئے زیورات کی زکاۃ کے بارے میں علماء کا اختلاف معروف ہے، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اور اگر ان زیورات میں زکاۃ واجب ہونے کی بات مان لیں تو کیا اس کا بھی نصاب ہے؟ اور

اگر کہتے ہیں کہ ان کا بھی نصاب ہے تو ان احادیث کا کیا جواب ہے جو زیورات میں زکاۃ کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں اور جن کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیورات کی زکاۃ نہ دینے والوں کو جہنم کی آگ کی وعید سنائی ہے، مگر ان سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ نصاب زکاۃ کو نہیں پہنچتے ہیں؟

جواب:

سونے اور چاندی کے زیورات جو زیر استعمال ہیں یا استعمال کے لئے یا عاریت دینے کے لئے بنائے گئے ہیں ان میں زکاۃ کے واجب ہونے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف معروف و مشہور ہے، لیکن راجح قول یہی ہے کہ ان زیورات میں بھی زکاۃ واجب ہے، کیونکہ سونے اور چاندی میں زکاۃ واجب ہونے کے جو دلائل ہیں وہ عام ہیں، نیز عبد اللہ بن عمرو بن عاص - رضی اللہ عنہما - کی صحیح حدیث ہے کہ ایک خاتون نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور ان کی بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے گنگن تھے اسے دیکھ کر آپ نے فرمایا: کیا تم اس کی زکاۃ دیتی ہو؟ اس نے جواب دیا: نہیں، آپ نے فرمایا: کیا تم کو یہ اچھا لگے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بد لے

تمہیں آگ کے دو گنگن پہنانے؟ چنانچہ اس نے وہیں دونوں گنگن نکال دیئے اور کہا: یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں۔

نیز المسلمہ - رضی اللہ عنہا - کی حدیث ہے کہ وہ سونے کے زیورات پہنچتی تھیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: کیا یہ کنز ہے؟ آپ نے فرمایا: جو مال زکاۃ کے نصاب کو پہنچ جائے اور پھر اس کی زکاۃ دے دی جائے تو وہ کنز نہیں۔ آپ نے ان سے یہ نہیں فرمایا کہ زیورات میں زکاۃ نہیں ہے۔

یہ ساری حدیثیں ان زیورات پر محمول کی جائیں گی جو نصاب زکاۃ کو پہنچ گئے ہوں، تاکہ ان احادیث کے درمیان اور زکاۃ کے تعلق سے وارد و گیر دلائل کے درمیان تقطیق ہو جائے، کیونکہ جس طرح قرآنی آیات ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں، اور احادیث نبوی آیات کی تفسیر کرتی ہیں، نیز آیات کے عام کو خاص اور مطلق کو مقيید کرتی ہیں، اسی طرح احادیث بھی بعض، بعض کی تفسیر کرتی ہیں، کیونکہ یہ سب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے ہیں، اور جو بات اللہ کی جانب سے ہو اس میں باہم تعارض محال ہے، بلکہ بعض سے بعض کی تصدیق و تفسیر ہوتی ہے۔

زیورات میں زکاۃ واجب ہونے کے لئے جس طرح ان کا مقدار نصاب تک پہنچنا ضروری ہے اسی طرح دیگر اموال زکاۃ مثلاً روپے پیسے سامان تجارت اور چوپانیوں کی طرح زیورات پر ایک سال کی مدت کا گذرنا بھی ضروری ہے، واللہ ولی التوفیق۔

### سوال ۹:

بعض فقهاء استعمال کے زیورات میں زکاۃ واجب ہونے کی یوں تردید کرتے ہیں کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے زمانہ میں زیورات کی زکاۃ دینا عام نہیں ہوا، حالانکہ تقریباً کوئی بھی گھر زیور سے خالی نہیں ہوتا، اس لئے یہ نماز کی مانند ہے، یعنی جس طرح نماز کے وجوہ کی اور نماز کے اوقات کی تعین کردی گئی ہے اور جس طرح زکاۃ کے وجوہ کی اور زکاۃ کے نصابوں کی تعین کردی گئی ہے اسی طرح زیورات کے زکاۃ کی بھی وضاحت کردی جاتی، لیکن ایسا نہیں ہوا، بلکہ اس کے برعکس بعض صحابہ جیسے عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ سے بھی زیورات میں زکاۃ کے واجب نہ ہونے کا قول ثابت ہے، فقهاء کی اس دلیل کا کیا جواب ہے؟

جواب:

یہ مسئلہ بھی دیگر اختلافی مسائل کی طرح ہے جس میں دلیل کا اعتبار ہو گا اور جب کوئی ایسی دلیل مل جائے جو اس نزاع کا فیصلہ کر رہی ہو تو اس پر عمل کرنا ضروری ہو گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَئِكَ أَلَّا مُنْكَرٌ  
فَإِن تَنْزَعُمْ فِي شَيْءٍ فَرْدُوْهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ  
وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالْأَخْرِزِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ النساء: ٥٩۔

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے حکومت والے ہیں ان کی اطاعت کرو، پھر اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، تمہارے لئے یہی بہتر اور انجام کے اعتبار سے اچھا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَمَا أَخْلَقْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ الشوری: ١٠۔

جس بات میں تم اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ کے حوالے ہے۔  
جو شخص شرعی حکم جان لینے کے بعد اسے اختیار کر لے تو اہل علم کی  
مخالفت اسے نقصان نہیں پہنچائے گی، شریعت میں یہ بات بھی ثابت شدہ  
ہے کہ باصلاحیت مجتہدین میں سے جس نے درست مسئلہ تک رسائی  
حاصل کر لی اس کے لئے دو ہر اجر ہے، اور جس سے چوک ہو گئی اسے  
اجتہاد پر ایک اجر ملے گا اور درست مسئلہ تک پہنچنے کا اجر فوت ہو جائے  
گا۔ اس سلسلہ میں حاکم کے اجتہاد سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی صحیح حدیث ہے، اور بقیہ مجتہد علمائے دین بھی اس سلسلے میں مجتہد حاکم  
کے حکم میں ہیں۔

یہ مسئلہ دیگر اختلافی مسائل کی طرح صحابہ اور ان کے بعد کے زمانہ  
سے ہی علماء کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے، اہل علم کے لئے ضروری ہے کہ  
وہ اس میں اور دیگر اختلافی مسائل میں بھی دلائل کے ساتھ حق کو پہنچانے  
کی کوشش کریں، اور جو حق تک پہنچ جائے اسے کسی مخالف کی مخالفت  
نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ ساتھ ہی اہل علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے  
دوسرے عالم بھائی کے سلسلے میں حسن ظن رکھیں، اور اس کے قول کو

بہترین صورت پر محمول کریں، بھلے ہی اس کی رائے مختلف ہو، جب تک کہ اس کی جانب سے بالقصد حق کی مخالفت کی بات ظاہرنہ ہو جائے، واللہ ولی التوفیق۔

سوال ۱۰:

ایک شخص کئی قسم کے سامان کی تجارت کرتا ہے، مثلاً ملبوسات (کپڑوں) کی اور برتنوں وغیرہ کی تجارت، وہ زکاۃ کس طرح نکالے؟

جواب:

اس کے پاس تجارت کے جو سامان ہیں جب ان پر سال کی مدت گذر جائے اور ان کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر زکاۃ واجب ہو جاتی ہے، اس بارے میں کئی احادیث وارد ہیں جن میں سمرہ بن جندب اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما کی حدیثیں بھی ہیں۔

سوال ۱۱:

موجودہ دور میں کمپنیوں میں (حصص) شیئر لئے جاتے ہیں، کیا ان حصص (شیئر) میں زکاۃ ہے؟ اور اگر ہے تو کیسے نکالی جائے؟

جواب:

زمین اور گاڑیوں اور دیگر سامان تجارت کی طرح تجارتی غرض سے  
تیار کئے گئے حصہ (شیر) والوں پر سال گذر جانے کی صورت میں ان  
کی زکاۃ واجب ہو جاتی ہے، لیکن اگر ایسے اموال میں حصہ لیا جائے جو  
بیع کے لئے نہیں بلکہ کرائے کے لئے تیار کئے گئے ہیں، مثلاً زمین اور  
گاڑیاں وغیرہ، تو ان میں زکاۃ نہیں، البتہ ان سے جو کرایہ حاصل ہو جب  
اس پر سال کی مدت گذر جائے اور اس کی رقم نصاب کو پہنچ جائے تو عام  
روپے پسیے کی طرح اس میں زکاۃ واجب ہے، واللہ ولی التوفیق۔

سوال ۱۲:

ایک شخص کا سارا دارودار ماہانہ تنخواہ پر ہے، جس کا کچھ حصہ خرچ کرتا  
ہے اور کچھ حصہ بچا کر جمع کرتا ہے، وہ اپنے اس جمع کردہ مال کی زکاۃ کس  
طرح نکالے؟

جواب:

اس شخص کے لئے ضروری ہے کہ اپنی تنخواہ کا جتنا حصہ جمع کرتا ہے  
اسے لکھتا جائے، پھر سال گذر نے پر اس کی زکاۃ نکال دئے، وہ اس

طرح کہ ہر ہر مہینہ کی بچی تنوہا پر جیسے جیسے سال پورا ہوتا جائے اس کی زکاۃ نکالتا جائے، اگر پہلے ہی مہینہ میں اس نے پورے سال کی زکاۃ نکال دی تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ اسے اس کا اجر ملے گا، اور جن رقوم کا ابھی سال نہیں پورا ہوا ہے ان کی زکاۃ، زکاۃ مجمل (پیشگی زکاۃ) شمار ہوگی، زکاۃ دینے والا اگر بہتر سمجھے تو پیشگی زکاۃ نکال دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ سال پورا ہونے کے بعد زکاۃ کی ادائیگی مورخ کرنا کسی شرعی عذر کے علاوہ مثلاً مال چوری ہو جائے یا زکاۃ لینے والا نہ ملے، اور کسی حالت میں جائز نہیں۔

سوال ۱۳:

ایک شخص کی وفات ہو گئی اور اس نے اپنے پیچے مال اور کچھ یتیم چھوڑے، کیا اس مال میں زکاۃ ہے؟ اور اگر ہے تو کون ادا کرے؟

جواب:

یتیموں کے مال میں بھی زکاۃ واجب ہے، خواہ وہ نقدی روپے پیسے ہوں، یا تجارتی سامان ہوں، یا چکر کر پیٹ بھرنے والے چوپائے ہوں، یا وہ غلے اور کچل ہوں جن میں زکاۃ واجب ہوتی ہے، یتیم کے سر پرست

کی ذمہ داری ہے کہ وقت پر ان کے مال کی زکاۃ ادا کرے، اگر ان  
تیمیوں کا ان کے وفات یا فتہ باپ کی طرف سے کوئی سرپرست نہ ہو تو  
معاملہ شرعی عدالت میں پیش کیا جائے گا تاکہ عدالت کی طرف سے  
تیمیوں کا کوئی سرپرست متعین کیا جا سکے جو ان کی اور ان کے مال کی  
نگہداشت کرے اور سرپرست کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ سے  
ذرے اور تیمیوں اور ان کے مال کی بھلائی کے لئے کام کرے اللہ سبحانہ  
و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَيَسْتَلُونَكَ عَنِ الْيَسْمَنِ قُلْ إِصْلَاحٌ هُمْ خَيْرٌ﴾ البقرہ: ۲۲۰۔

اے پیغمبر وہ آپ سے تیمیوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں،  
کہہ دیجئے کہ ان کی اصلاح کرنا ہی اچھا ہے۔

نیز فرمایا:

﴿وَلَا نَقْرِبُ مَا لَأَيْتَ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَسْلُغَ أَشَدَّهُ﴾  
الانعام: ۱۵۲۔

تیم کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ مگر اس طرح سے کہ اس کی  
بہتری ہوئیاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔

اس موضوع پر اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

یتیم کے مال میں سال پورا ہونے کا اعتبار اس وقت سے ہو گا جب ان کے والد کی وفات ہوئی ہے، کیونکہ وفات ہی سے مال ان کی ملکیت میں داخل ہوا ہے۔

سوال ۱۲۳:

وقت حاضر میں استعمال اور غیر استعمال کے لئے تیار شدہ زیورات کی متعدد قسمیں پائی جاتی ہیں، جیسے الماس اور پلاٹینم وغیرہ، تو کیا ان میں زکاۃ ہے؟ اور اگر یہ زیورات زینت و آرائش کے لئے یا استعمال کے لئے برتن کی ٹھکل میں ہوں تو ان کا کیا حکم ہے؟ مستفید فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اجر و ثواب سے نوازے۔

جواب:

یہ زیورات اگر سونے اور چاندی کے ہوں اور مقدار نصاب کو پہنچ جائیں اور ان پر سال کی مدت گذر جائے تو علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق ان میں زکاۃ ہے، خواہ وہ پہنچنے کے لئے ہوں یا عاریتہ دینے کے لئے تیار کرائے گئے ہوں، جیسا کہ اس بارے میں صحیح احادیث وارد

ہیں۔ لیکن اگر یہ زیورات سونے اور چاندی کے نہ ہوں بلکہ الماس اور عقیق (موٹگے) وغیرہ سے بنے ہوں تو ان میں زکاۃ نہیں، الایہ کہ ان سے تجارت مقصود ہو، تو اس صورت میں یہ تجارتی سامان کے حکم میں ہوں گے اور دیگر سامان تجارت کی طرح ان میں بھی زکاۃ واجب ہوگی۔

رہا سونے اور چاندی کے برتن بنانے کا مسئلہ، تو زینت و آرائش کے لئے بھی سونے اور چاندی کے برتن بنانا جائز نہیں، کیونکہ یہ کھانے پینے کے لئے انہیں استعمال کرنے کا ذریعہ ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیت ہے:

”سونے اور چاندی کے برتن میں نہ پیو، اور نہ ان کی تھالیوں میں کھاؤ، کیونکہ یہ کفار کے لئے دنیا میں ہیں اور تمہارے لئے آخرت میں۔“ (تفقیہ علیہ)

اگر کسی نے سونے اور چاندی کے برتن بنو بھی لئے تو اس کو ان کی زکاۃ دینی ہوگی، ساتھ ہی اللہ عز و جل سے توبہ کرنی ہوگی اور ان برتنوں کو زیورات یا اسی جیسی چیزوں سے بدلا ہو گا جو برتن کے مشابہ نہ ہوں۔

سوال ۱۵:

بعض کسان زراعت میں صرف بارش کے پانی پر اکتفا کرتے ہیں، تو کیا اس پیداوار میں زکاۃ ہے؟ اور کیا اس کا حکم اس پیداوار سے مختلف ہو گا جسے پانی کی مشین اور موڑ کے ذریعہ سینچا گیا ہو؟

جواب:

جو غلے یا پھل مثلاً کھجور، کشمش، گیہوں اور جو وغیرہ، بارش کے پانی سے یا نہروں سے یا بہتے چشموں سے سینچائی کر کے پیدا کئے گئے ہوں ان میں دسوال حصہ زکاۃ ہے، اور جو پانی کی مشین وغیرہ کے ذریعہ سینچ کر پیدا کئے گئے ہوں ان میں بیسوال حصہ، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے، آپ نے فرمایا:

”جس کو آسمان نے سیراب کیا ہواں میں دسوال حصہ زکاۃ ہے اور جس کو آلات کے ذریعہ سینچا گیا ہواں میں بیسوال حصہ“  
(صحیح بخاری برداشت ابن عمر رضی اللہ عنہما)

## سوال ۱۶:

بعض مزروعوں میں کئی طرح کے میوے اور بزیاں پیدا ہوتی ہیں، کیا ان میں زکاۃ ہے؟ اور وہ کون کون سی پیداوار ہیں جن میں زکاۃ واجب ہوتی ہے؟

جواب:

میوے اور اسی طرح وہ بزیاں جو ناپی اور ذخیرہ نہیں کی جاتیں مثلاً تربوز اور انار وغیرہ، ان میں زکاۃ نہیں، الا یہ کہ ان کی تجارت کی جائے، تجارت کی صورت میں ان کی قیمت پر جب سال گذر جائے اور وہ نصاب کو پہنچ جائے تو دیگر تجارتی سامانوں کی طرح ان میں بھی زکاۃ واجب ہوگی، البتہ وہ پھل اور غلے جو ناپے اور ذخیرہ کئے جاتے ہیں جیسے کھجور، کشمش، گیہوں اور جو وغیرہ، ان میں زکاۃ واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد عام ہے:

﴿وَإِنَّمَا تُحَلِّي لَهُمُ الْأَنْعَامُ﴾ (الانعام: ۱۳۱)۔

جس دن ان کو کاٹو ان کا حق ادا کرو۔

اور فرمایا:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَأَتُوا الزَّكُوَةَ﴾ البقرہ: ۳۳۔

نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”پانچ وسق سے کم کھجور اور دانے (غلے) میں زکاۃ نہیں ہے“  
(متفق علیہ)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ غلے جو ناپے اور ذخیرہ کئے جاتے ہیں جب ان کی مقدار پانچ وسق پہنچ جائے تو اس میں زکاۃ واجب ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیہوں اور جو میں زکاۃ لی ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے مثل غلوں میں زکاۃ واجب ہے، واللہ ولی التوفیق۔

سوال ۷۱:

نصاب زکاۃ کے جانے کے پیانے مختلف ہیں، ان پیانوں کی تعیین کے سلسلے میں خود ہمارے علماء کے درمیان بھی اختلاف ہے، سوال یہ ہے کہ موجودہ دور میں نصاب کے جانے کا سب سے صحیح پیانہ کیا ہے؟

جواب:

اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف معیار ہے، صاف نبوی، عراقی رطل سے پانچ رطل اور ایک تھائی رطل کا ہوتا ہے، اور ہاتھ سے اس کا اندازہ متوسط ہاتھ سے دونوں بھرے ہوئے ہاتھوں کے چار لپ کے برابر ہے، جیسا کہ اہل علم اور ائمہ لغت نے اس کی صراحت کی ہے، واللہ ولی التوفیق۔

سوال ۱۸:

بہت سے لوگ بینکوں کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں، جس میں کبھی حرام معاملات مثلاً سودی کاروبار بھی شامل ہوتے ہیں، کیا اس طرح کے مال میں زکاۃ ہے؟ اور اگر ہے تو اس کے نکالنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب:

سودی کاروبار کرنا حرام ہے خواہ وہ بینک کے ساتھ ہو یا غیر بینک کے ساتھ، سودی کاروبار سے جو فائدہ حاصل ہو وہ پورا کا پورا حرام ہے، اور صاحب مال کی ملکیت نہیں، اس لئے اگر اس نے سود کی حرمت جانتے ہوئے وہ مال حاصل کر لیا ہے تو اسے خیر کے کاموں میں صرف کر دینا

ہو گا، لیکن اگر بھی سودی منافع اس نے حاصل نہیں کئے ہیں تو اسے اپنا صرف اصل مال (راس المال) لے کر باقی چھوڑ دینا ہو گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الْرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴾٢٨٧ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأُذْنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَنْظِلُمُونَ وَلَا تُظْلِمُوْنَ﴾ البقرہ: ٢٨٧-٢٨٦

اے ایمان والو! اللہ سے ڈر اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو، اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار ہو اور اگر توبہ کر لیتے ہو تو تمہارے لئے تمہارا اصل مال ہے، تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

لیکن اگر کسی نے سود کی حرمت نہ جانتے ہوئے سودی منافع حاصل بھی کر لئے تو یہ اس کی ملکیت ہیں، اپنے مال سے اس کو الگ کرنا اس کے لئے ضروری نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَحَلَ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَمَ الْرِبَا فَمَنْ جَاءهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ  
فَأَنْهَمَ فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ  
أَصْحَبُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَلِدُونَ﴾ البقرہ: ۲۷۵

اللہ نے خرید و فروخت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام نہ ہرایا ہے، تو جس کے پاس اس کے رب کی جانب سے نصیحت آگئی اور وہ (سود سے) باز آگیا، تو جو کچھ پہلے ہو گیا وہ اس کے لئے ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے، اور جو پھر سود کی طرف پلٹئے تو یہی لوگ جہنمی ہیں، وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

ایسے شخص کو جس طرح اپنے اس مال کی زکاۃ دینی ہو گی جس میں زکاۃ واجب ہوتی ہے اسی طرح اس مال کی زکاۃ بھی دینی ہو گی جو سودی منافع کے علاوہ ہیں، اور اس میں اس کا وہ مال بھی داخل ہے جس میں سود کی حرمت جانے سے پہلے سودی منافع شامل ہو گئے ہیں، کیونکہ مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں وہ اس کا مال ہے، واللہ ولی التوفیق۔

سوال ۱۹:

صدقہ فطر کا کیا حکم ہے؟ اور کیا اس میں بھی نصاب ہے؟ اور کیا صدقہ فطر میں جو غلے نکالے جاتے ہیں وہ متعین ہیں؟ اور اگر متعین ہیں تو کیا کیا ہیں؟ اور کیا مرد پر گھر بھر کی جانب سے، جن میں بیوی اور خادم بھی ہیں، صدقہ فطر نکالنا واجب ہے؟

جواب:

صدقہ فطر ہر مسلمان پر فرض ہے، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، ابن عمر رضی اللہ عنہما کی صحیح حدیث ہے: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے، آزاد اور غلام پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو صدقہ فطر فرض قرار دیا ہے، اور مسلمانوں کے نماز عید کے لئے نکلنے سے پہلے پہلے ادا کر دینے کا حکم دیا ہے،“ (متفق علیہ) صدقہ فطر کے لئے نصاب شرط نہیں، بلکہ ہر وہ مسلمان جس کے پاس اپنے لئے اور اپنے بال بچوں کے لئے ایک دن اور ایک رات کی خوراک سے زیادہ غلہ ہو اسے اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی

طرف سے، جن میں اس کے بچے، بیویاں اور زرخید غلام اور لوٹدی شامل ہیں، صدقہ فطر نکالنا ہو گا۔

البتہ وہ غلام جسے اجرت-تختواہ- پر رکھا گیا ہو وہ اپنے صدقہ فطر کا خود ذمہ دار ہے، الایہ کہ مالک بطور احسان اپنی طرف سے ادا کر دے، یا غلام نے مالک پر صدقہ فطر کی شرط لگا رکھی ہو، لیکن زرخید غلام کا صدقہ فطر، تو جیسا کہ حدیث میں مذکور ہوا، مالک کے ذمہ ہے۔

صدقہ فطر کا علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق شہر کی خوراک کی جنس سے نکالنا ضروری ہے، خواہ وہ کھجور ہو، یا جو ہو، یا گیہوں ہو، یا مکتی ہو، یا اس کے علاوہ کوئی اور غلہ ہو، اور اس لئے بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کسی خاص قسم کے غلے کی شرط نہیں رکھی ہے، اور اس لئے بھی کہ اس سے غرباء و مساکین کے ساتھ ہمدردی مقصود ہوتی ہے اور غیر خوراک سے کسی کے ساتھ ہمدردی کرنا مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

سوال: ۲۰

بوسنا اور ہرزگوینیا وغیرہ کے مسلم مجاہدین کو صدقہ فطر دینا کیسا ہے؟ اور اگر فتویٰ جواز کا ہے تو پھر اس سلسلے میں افضل کیا ہے؟

## جواب:

مشروع یہ ہے کہ صدقہ فطر نکالنے والا جس شہر میں مقیم ہے صدقہ فطر وہیں کے فقراء کو دئے، کیونکہ عموماً وہی اس کے زیادہ ضرورتمند ہوتے ہیں، اور اس لئے بھی کہ اس سے ان کی ہمدردی و غنواری ہو جاتی ہے اور وہ عید کے دن دست سوال دراز کرنے سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر صدقہ فطر دوسرے شہر کے فقراء کو دیدیا جائے تو بھی علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق کفایت کر جائے گا، کیونکہ اس صورت میں بھی وہ مستحقین تک ہی پہنچتا ہے، پھر بھی اپنے شہر کے فقراء کو دینا افضل اور احاطہ ہے۔

زکاۃ کی طرح صدقہ فطر کی تقسیم کے لئے بھی کسی معتبر شخص کو وکیل بنانا درست ہے، خواہ اس کی تقسیم شہر کے فقراء میں ہو یا باہر کے فقراء میں، اسی طرح صدقہ فطر کا غلہ خریدنے اور اسے فقراء میں تقسیم کرنے کے لئے بھی کسی معتبر شخص کو وکیل بنانا درست ہے، واللہ ولی التوفیق۔

# فہرست

نمبر شمار	فہرست موضوعات	صفحہ نمبر
۱	عرض مترجم	۳
۲	تارک زکاۃ کا کیا حکم ہے؟ اور کیا زکاۃ کا منکر ہو کر زکاۃ نہ دینے، اور بخل و کنجوی کی وجہ سے زکاۃ دینے، اور غفلت و لا پرواہی کی وجہ سے زکاۃ نہ دینے کی صورتوں میں فرق ہے؟	۷
۳	ایک شخص کے پاس کئی قسم کے جانور ہیں، لیکن کسی ایک قسم کے جانور تہاں نصاب زکاۃ کو نہیں پہنچتے، کیا ایسی صورت میں ان جانوروں کی زکاۃ نکالی جائے گی؟ اور اگر نکالی جائے تو اس کی کیا کیفیت ہو گی؟	۷
۴	کیا یہ جائز ہے کہ زکاۃ کی وجہ سے دو یا تین آدمی اپنے اپنے مویشی باہم ملا لیں؟	۱۱
۵	ایک شخص کے پاس سوانح ہیں، لیکن سال کا بیشتر حصہ وہ انہیں چارہ دے کر پالتا ہے، کیا ان اونٹوں میں زکاۃ ہے؟	۱۵

۶- جس فقیر کو زکاۃ دی جانی چاہے مختلف وقت میں اس کے فقر و غربت کا اندازہ یکساں نہیں ہوتا، آخراں کا معیار کیا ہے؟ اور جب زکاۃ دینے والے پر یہ واضح ہو جائے کہ اس نے زکاۃ غیر مستحق کو دے دی ہے تو کیا وہ دوبارہ زکاۃ لٹکائے گا؟

۷- ایک شخص پر دلیں میں ہے اور وہاں اس کے پیسے چوری ہو گئے، کیا ایسے شخص کو زکاۃ دی جا سکتی ہے، جبکہ موجودہ دور میں مالی معاملات (یعنی تریل زر کے ذرائع) بالکل آسان ہو گئے ہیں؟

۸- بوسنیا اور ہر زگونیا کے مسلم مجاہدین اور انہی جیسے دیگر مجاہدین کو زکاۃ کامال دینے میں بعض لوگوں کو تردید ہوتا ہے، اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اور کیا اس وقت ان مجاہدین کو زکاۃ دینا زیادہ بہتر ہے یا دنیا کے مختلف خطوں میں اسلامی مراکز چلانے والوں کو؟ یا خود اپنے ملک کے فقراء کو دینا زیادہ بہتر ہے بھلے ہی اول الذکر دونوں صنف ان سے زیادہ ضرور تمدن ہوں؟

۹- زیر استعمال زیورات، یا استعمال کے لئے یا ناریہ دینے کے لئے تیار کرائے گئے زیورات کی زکاۃ کے بارے میں علماء کا اختلاف معروف ہے، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

۲۰

۱۰- بعض فقهاء استعمال کے زیورات میں زکاۃ واجب ہونے کی یوں تردید کرتے ہیں کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے زمانہ میں زیورات کی زکاۃ دینا عام نہیں ہوا، حالانکہ تقریباً کوئی بھی گھر زیور سے خالی نہیں ہوتا، فقهاء اس دلیل کا کیا جواب ہے؟

۲۳

۱۱- ایک شخص کئی قسم کے سامان کی تجارت کرتا ہے، مثلاً ملبوسات (کپڑوں) کی اور برتوں وغیرہ کی تجارت، وہ زکاۃ کس طرح نکالے؟

۲۶

۱۲- موجودہ دور میں کمپنیوں میں (حصہ) شیر لئے جاتے ہیں، کیا ان حصہ (شیر) میں زکاۃ ہے؟ اور اگر ہے تو کیسے نکالی جائے؟

۲۶

۱۳- ایک شخص کا سارا دار و مدار ماہانہ تنخواہ پر ہے، جس کا کچھ حصہ خرچ کرتا ہے اور کچھ حصہ بچا کر جمع کرتا ہے، وہ اپنے اس جمع کردہ مال کی زکاۃ کس طرح نکالے؟  
۲۷

۱۴- ایک شخص کی وفات ہو گئی اور اس نے اپنے پچھے مال اور کچھ تیم چھوڑے، کیا اس مال میں زکاۃ ہے؟ اور اگر ہے تو کون ادا کرے؟  
۲۸

۱۵- وقت حاضر میں استعمال اور غیر استعمال کے لئے تیار شدہ زیورات کی متعدد قسمیں پائی جاتی ہیں، تو کیا ان میں زکاۃ ہے؟ اور اگر یہ زیورات زینت و آرائش کے لئے یا استعمال کے لئے برتن کی شکل میں ہوں تو ان کا کیا حکم ہے؟  
۳۰

۱۶- بعض کسان زراعت میں صرف بارش کے پانی پر اکتفا کرتے ہیں، تو کیا اس پیداوار میں زکاۃ ہے؟ اور کیا اس کا حکم اس پیداوار سے مختلف ہو گا جسے پانی کی مشین اور موڑ کے ذریعہ سینچا گیا ہو؟  
۳۲

۱۷- بعض مزروعوں میں کئی طرح کے میوے اور سبزیاں پیدا ہوتی ہیں، کیا ان میں زکاۃ ہے؟ اور وہ کون کوں کسی پیدا اور ہیں جن میں زکاۃ واجب ہوتی ہے؟

۱۸- نصاب زکاۃ کے جانے کے پیانے مختلف ہیں، ان پیانوں کی تعین کے سلسلے میں خود ہمارے علماء کے درمیان بھی اختلاف ہے، سوال یہ ہے کہ موجودہ دور میں نصاب کے جانے کا سب سے صحیح پیانہ کیا ہے؟

۱۹- بہت سے لوگ بینکوں کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں، جس میں بھی حرام معاملات مثلاً سودی کار و بار بھی شامل ہوتے ہیں، کیا اس طرح کے مال میں زکاۃ ہے؟ اور اگر ہے تو اس کے نکالنے کا طریقہ کیا ہے؟

۲۰- صدقہ فطر کا کیا حکم ہے؟ اور کیا اس میں بھی نصاب ہے؟ اور کیا صدقہ فطر میں جو غلے نکالے جاتے ہیں وہ متعین ہیں؟ اور اگر متعین ہیں تو کیا کیا ہیں؟ اور کیا مرد پر گھر بھر کی جانب سے، جن میں بیوی اور خادم بھی ہیں، صدقہ فطر نکالنا واجب ہے؟

۲۱ - بوسنیا اور ہرزگوینیا وغیرہ کے مسلم مجاہدین کو صدقہ فطرہ دینا کیا ہے؟ اور اگر فتویٰ جواز کا ہے تو پھر اس سلسلے میں افضل کیا ہے؟

۳۹

۲۲ - فہرست

۳۱

۳۶

# فتاوی مهمة تتعلق بالزکاۃ

تألیف : سماحة الشیخ  
عبدالعزیز بن عبد الله بن باز رحمه الله

أشرف على جمعه  
محمد بن شایع بن عبدالعزیز الشایع

ترجمه إلى الأردية  
أبو المكرم عبد الجليل

# فتاویٰ مهمہ تتعلق بالزکاۃ

تألیف سماحة الشیخ  
عبدالعزیز بن عبد الله بن باز  
رحمه الله

اشراف على جمعه  
محمد بن شایع بن عبدالعزیز الشایع

ترجمہ إلى الأردية  
أبو المکرم بن عبدالجلیل

ردمک: ۱۵ - ۶۷۱ - ۶۶۱

URDU

المکتب العالی للدعوی والارشاد وتحفیظ الحالات بسلطانہ  
تحت اشراف و ریاست سینہوں اسلامیہ الائام و علماء و ائمۃ و ائمۃ  
علماء سلطانہ سعید علیہ السلام و علیہ السلام و علیہ السلام و علیہ السلام

THE COOPERATIVE OFFICE FOR CALL & FOREIGNERS GUIDANCE AT SULTANAH  
www.sultana.org.pk Tel: 051-92122222 Fax: 051-92122222 Email: sultana@pvt.net.pk

